(آخری قسط)

سلسلۂ تقاریر الٓـمّٓ

سورۃ آل عمران

ڈاکٹر اسرار احمد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۰ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰
الٓمّٓ ۰ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۰ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۰ مِنْ قَبْلُ ھُدًی
لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ
شَدِیْدٌ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۰ صدق اللّٰہ العظیم

سورۂ آلِ عمران جو مصحف میں سورۂ بقرہ کے فوراً بعد ہے، ۲۰۰ آیات پر مشتمل ہے جو ۲۰ رکوعوں میں منقسم ہے۔ یہ سورہ مبارکہ ظاہری اور معنوی دونوں اعتبارات سے سورۂ بقرہ کے ساتھ بڑی گہری مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔ اور گویا اس سورۃ کو اس کے ایک جوڑے کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے بھی دو مساوی حصے ہیں۔ پہلا حصہ ایک اَسّی ایک آیات پر مشتمل ہے اور اس میں یا تو اہلِ کتاب سے براہِ راست خطاب ہے یا اکثر و بیشتر روئے سخن ان کی جانب ہے۔ اور دوسرے حصے میں امتِ محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (یعنی امتِ مسلمہ) سے خطاب ہے۔

سورۂ بقرہ ہی کی مانند اس سورۃ مبارکہ کے پہلے حصے کو بھی تین چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ابتدائی ۳۲ آیات میں اولاً قرآن اور سابقہ کتب سماویہ کا ذکر ہے۔ اس کے ذیل میں قرآن مجید کی آیات کے بارے میں ایک عام بحث ہے۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کی آیات دو قسم کی ہیں: (i) آیات محکمات جن کا مفہوم بالکل واضح ہے جن کے معنی کے تعین میں کوئی اشتباہ پیش نہیں آتا۔ اور (ii) آیات متشابہات جن کا ٹھیک ٹھیک (Exact) مفہوم متعین

کرنا اس دنیا میں ممکن نہیں ۔ اس لیے کہ یا تو وہ عالمِ آخرہ کے احوال ہیں یا عالمِ برزخ کے معاملات ہیں یا ان میں وہ دقیق حقائق اور معارف بیان ہوئے ہیں جن کا تحمل نہ انسانی نطق کرسکتا ہے اور نہ انسانی زبان کرسکتی ہے ۔ لہذا تمثیلات اور استعارات کے پیرائے میں ان کا ایک اجمالی علم دے دیا گیا ہے ۔ ان آیات متشابہات پر اجمالاً ایمان رکھنا چاہیئے اور رہنمائی اخذ کرنے کے لیے اصل توجہ کو مرتکز کرنا چاہیئے آیاتِ محکمات پر ۔ اسکے بعد اسکے ابتدائی حصّے میں دین کی اساسی تعلیمات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ بالخصوص اہل کتاب متوجہ ہوں اور اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں ۔ دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں ۔

دوسرا حصّہ جو ۳۱ آیات پر مشتمل ہے (یعنی آیت نمبر ۳۳ سے ۶۳ تک ۔) ۔ یہ آیات نازل ہوئی ہیں سن ۹ ہجری میں ۔ جبکہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے کچھ علماء نے حضورؐ کے ساتھ کچھ مباحثہ کیا ۔ چنانچہ ان آیات میں الوہیتِ مسیح کے عقیدے کی پرزور تردید کی گئی چنانچہ وہی مضامین جو کہ ہم اس سے پہلے سورۂ مریم میں پڑھ چکے ہیں ہمیں یہاں بھی ملتے ہیں ۔ یعنی حضرت زکریاؑ کا ذکر حضرت یحییٰؑ کا ذکر، حضرت مریمؑ کا ذکر اور پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا تذکرہ ۔ تاکہ اسی دلیل کے تحت حضرت مسیح علیہ السلام کے الوہیت کے عقیدے کی نفی کی جاسکے ۔ جو اس سے پہلے ہم سورۂ مریم میں دیکھ چکے ہیں ۔ اس مقام پر اس ضمن میں ایک قدم آگے بڑھایا گیا کہ پورے بحث مباحثے کے بعد ان علماء کو یعنی علماءِ نصاریٰ کو دعوتِ مباہلہ دی گئی ارشاد ہوتا ہے ۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

اے نبیؐ! جبکہ یہ اصل حقیقت منکشف کردی گئی ہے اور صحیح علم آپؐ کے پاس آچکا ہے اور آپؐ نے اسے لوگوں کے سامنے بیان کردیا ہے اس سب کے بعد پھر بھی جو آپؐ سے جھگڑے، آپؐ سے مباحثہ کرے تو ان سے کہئے ان کو چیلنج دیجئے :

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝

"پس آپ کہہ دیجئے! تو آؤ پھر (ایک ہی راستہ ہے ہم فیصلہ کیے دیتے ہیں) تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم بھی اپنے بیٹوں کو لے کر آتے ہیں تم اپنی خواتین کو بلاؤ ہم بھی اپنی خواتین کو لیکر آتے ہیں تم خود بھی حاضر ہو اور ہم بھی خود حاضر ہوتے ہیں پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ جسکا موقف غلط ہو اس پر اپنی لعنت فرما دے۔"

یہ چیلنج ہے کہ جسکو قبول کرنے کی جرأت علمائے نصاریٰ نہ کر سکے۔ اور انہوں نے گویا کہ اسطرح اپنی کھلی شکست کا اعتراف کر لیا۔

قرآن مجید میں ان آیات کو جو سن ۹ ہجری میں نازل ہوئیں سورۂ آل عمران میں اس مقام پر رکھ دیا گیا تاکہ سورۂ بقرہ کے ساتھ مناسبت قائم ہو جائے۔ سورۂ بقرہ میں یہود کے ساتھ مفصل گفتگو تھی۔ یہاں نصاریٰ کے ساتھ گفتگو ہو گئی۔ اہل کتاب کے یہی دو بڑے گروہ ہیں جن میں سے ایک کے اوپر اتمام حجت سورۂ بقرہ میں ہو گیا اور دوسرے پر اتمام حجت سورۂ آل عمران میں۔ اس سورۂ مبارکہ کے نصف اول کا جو آخری حصہ ہے اس میں پھر اہل کتاب کو بحیثیت مجموعی خطاب کیا گیا اور ان کو پرزور دعوت دی گئی کہ اب بھی نظر ثانی کرو اپنے طرز عمل پر۔ تمہیں تو سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنی چاہیے تھی۔ بڑا پیارا انداز ہے۔

اے نبی کہیے

يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

"اے اہل کتاب! آؤ کہ ہم ایک بات پر جمع ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے مابین مشترک ہے" :

اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔

"کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم ایک دوسرے کو خدا کے ساتھ خدائی میں شریک نہ مان لیں"

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

"پھر اگر وہ اعراض کریں۔ (پیٹھ دکھا دیں، منہ موڑ لیں) تو اے مسلمانو! تم کہہ دو گواہ رہنا کہ ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں"

ہم نے تو یہ روش اختیار کی ہے۔ اس کی طرف ہم تمہیں بھی دعوت دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت ابراہیم کا ذکر بھی ہے اور بیت اللہ کا بھی۔ بالکل اسی طرح جیسے سورۂ بقرہ میں ان دونوں کا ذکر آیا تھا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ

وہ جو علامہ اقبال نے فرمایا تھا وہ اسی آیت کا ترجمہ ہے کہ: ؎

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

یعنی توحید کے لیے مرکز کی حیثیت سے اور خدائے واحد کی بندگی کے لیے پہلا مرکز جو تعمیر ہوا وہ وہی ہے جو مکے میں ہے۔

اس کے بعد نصف ثانی کی طرف آیئے۔ سورۂ بقرہ کی طرح نصف ثانی میں اب خطاب ہے امتِ مسلمہ سے۔ جیسے وہاں فرمایا گیا تھا کہ اپنی کٹھن ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہاں اس کے ضمن میں کچھ تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

پہلی بات یہ کہ اہل ایمان اللہ کا تقوٰی اختیار کریں جتنا کہ اس کے تقوٰی کا حق ہے اور دیکھنا موت نہ آنے پائے مگر اس حال میں کہ تمہاری گردنوں میں اللہ کی اطاعت کا قلادہ پڑا ہوا ہو۔ اس کی فرمانبرداری کی روش پر قائم رہو۔ اس کے بعد آتی ہے عظیم آیت:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں مبتلا مت ہو۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی مضبوط رسی کونسی ہے؟ ظاہر بات ہے کہ اس اجمال کی تفصیل کرنے کا حق ہی نہیں۔ بلکہ ذمہ داری ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی۔ سورۂ نحل میں آپؐ کا یہ فرض منصبی بیان ہوا کہ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (تاکہ آپ اس چیز کو لوگوں کے لیے وضاحت سے بیان کریں جو آپ کی طرف نازل ہوئی)

اگر اس حبل اللہ کا مفہوم سمجھنا ہو تو رجوع کرنا ہوگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں قرآن مجید کے بارے میں۔

ھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ

یہ ہے اللہ کی مضبوط رسی اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو گے تو تفرقہ نہ ہوگا اختلافات نہ ہوں گے۔ تمہاری جمعیت پریشان نہ ہوگی، پراگندہ نہ ہوگی۔ اس کے ساتھ وہی مضمون آیا جو سورۂ بقرہ میں بیان ہوا تھا کہ اُمتِ مسلمہ کی تأسیس کی غرض و غایت کیا ہے؟ اسے اپنے پیش نظر رکھو۔ یہاں وہی بات ذرا دوسرے انداز سے آئی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

اے مسلمانو! اپنے آپ کو پہچانو اپنے مرتبے اور مقام کو جانو۔ دنیا کی دوسری قومیں اپنے لیے جیتی ہیں لیکن تمہیں دنیا والوں کے لیے جینا ہے ؎

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

تو امت مسلمہ کی زندگی اور اسکا مقصد زیست یہ ہے کہ لوگوں کو خیر کی دعوت دینا، بھلائی کا پرچار کرنا، برائی سے روکنا، حق کی دعوت دینا اور اللہ کی طرف پکارنا۔ یہ ہے تمہارا مقصد وجود اس ضمن میں ایک اور بڑی باریک ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کبھی بدقسمتی سے ایسا ہو، جیسا کہ اسوقت ہو چکا ہے، کہ امت بحیثیت مجموعی اپنے اس فرض منصبی کو بھول جائے تو اس ضمن میں ہدایت دے دی گئی کہ مسلمانو انہیں سے کم سے کم ایک جماعت تو ایسی رہنی ہی چاہیئے جسکا مقصد زندگی یہ ہو، جسکا اوڑھنا بچھونا یہی ہو۔ ارشاد ہوتا ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

"ایک گروہ، ایک جماعت تو تم میں ایسی رہنی ہی چاہیئے جو خیر کی طرف پکارے (خیر کی دعوت دے) نیکی کا حکم دے بدی سے روکے اور فی الواقع یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔"

اس کے بعد تقریباً ۷ آیات میں غزوہ احد کے احوال کا بیان بھی ہے اور ان پر تبصرہ بھی ہے۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کو چرکا لگا تھا، عارضی طور پر شکست بھی ہو گئی تھی۔ ۷ صحابہ کرام شہید بھی ہوئے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجروح ہوئے آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے، اس کی وجہ سے مسلمانوں پر غم واندوہ کے بادل چھا گئے۔ یہاں آیات مبارکہ نازل ہوئیں انکی دل جوئی کے لیے بھی تسلی اور تشفی کے لیے بھی مزید برآں انکی ان خامیوں کی نشاندہی کے لیے بھی کہ جائزہ لے لو تمہاری صفوں (Ranks) میں کہاں کہاں کوئی خرابی ہے کہاں کہاں کمزوری ہے؟ کہاں کہاں رخنے ہیں جن کی وجہ سے تم اس صورتحال سے دوچار ہوئے ہو۔ تاکہ آئندہ کے جو کٹھن تر مراحل آ رہے ہیں ان کے لیے تم پوری طرح تیار ہو سکو۔ یہ

ایک بہت ہی عمدہ، نہایت اعلیٰ اور انتہائی مربوط خطبہ ہے جس کے ضمن میں یہ الفاظ بھی آئے۔

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

اس عارضی شکست سے دل شکستہ نہ ہو، تم ہی سربلند رہو گے، تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم فی الواقع مومن ہوئے اور تم نے ایمان کا حق ادا کیا جیسا کہ اسکا حق ہے۔

آخیر کے دو رکوعوں میں سے انیسویں رکوع میں اصلاً تو خطاب ہے پھر اہل کتاب سے اور کچھ روئے سخن ہے مسلمانوں کی جانب۔ اور جو آخری رکوع ہے دس آیات پر مشتمل ہے تو واقعہ یہ ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کا حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان آیات سے خصوصی شغف تھا۔ ان میں ایمان کا SYNTHESIS بیان ہوا ہے کس طرح کائنات کے مطالعے سے مشاہدے سے کتابِ فطرت کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جاتی ہے اور پھر کس طرح اللہ کو یاد رکھ کر اس کائنات کی گتھی کو سلجھانے کے لیے مزید غور و فکر کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ تخلیق عبث نہیں ہے بے مقصد نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ انسانی اعمال بیکار جانے والے نہیں ہیں جزا و سزا ہو کر رہے گی اس کے ضمن میں جن لوگوں نے اپنی فطرت اور اپنی عقل کی رہنمائی میں غور و فکر کے نتیجے میں اس مقام پر رسائی حاصل کر لی جب ان کے کانوں میں نبیوں اور رسولوں کی آواز آتی ہے تو وہ فوراً اس کیفیت کے ساتھ لبیک کہتے ہیں کہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا !

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا

"پروردگار ! ہم نے ایک منادی کرنے والے کی ندا سنی کہ وہ ایمان کی ندا کر رہا ہے۔ (ایمان کی منادی دے رہا ہے) کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر پس ہم ایمان لے آئے۔"

یہ ہے ایمانیات ثلاثہ یعنی ایمان باللہ ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت کا باہمی ربط — اس سورۂ مبارکہ کی آخری آیت امت مسلمہ کے لیے ابدی پیغام ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے اہل ایمان! یہ جو کٹھن ذمہ داریاں تمہارے کاندھوں پر آ گئی ہیں، فرائض نبوت ورسالت

(باقی صفحہ ۲۳ پر)